جاتا سال زِندگی دے گیا

سعدیہ عابد

نیا سال زندگی دے گیا

"تاروں بھری راتوں میں ملنے مجھے آئے گوری
دیکھوں میں تو شرمائے آنکھیں چرائے گوری"

وہ چاروں بڑے ہال کمرے میں کپڑے پھیلائے بیٹھی تھیں' وہ کپڑے کم پیک کر رہی تھیں ان کا دھیان

میوزک کی جانب زیادہ تھا' وہ تینوں تو ہنسی مذاق کر رہی تھیں مگر ثمین ابتہاج وہاں موجود ہو کر بھی نہیں تھی' وہ تینوں قدرے افسردگی سے اس کی غائب دماغی دیکھ رہی تھیں' اس وقت گھر میں صرف وہی چار لڑکیاں تھیں' انہیں قدموں کی آواز محسوس ہوئی تو وہ چونکیں اور ان کے کچھ بھی سمجھنے سے پہلے دو نقاب پوش اندر گھسے تھے اور لائبہ (جس کی شادی ہو رہی تھی) جو ڈیک بند کرنے کے لئے اٹھی تھی ایک نقاب پوش اس پر پستول تان چکا تھا اس کی تو چیخیں بلند ہو گئیں تھیں اور ثمین ابتہاج چیخوں کی آواز پر حال میں لوٹ آئی تھی۔

"آپ...... اس لڑکی کو چھوڑیں اور جو لینا ہے لے کر چلے جائیں"۔ ثمین ابتہاج اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بہت نارمل لہجے میں بولی تھی جبکہ ان تینوں کا خوف سے بُرا حال تھا' ایک نقاب پوش کمرے میں بکھرے زیورات اٹھانے لگا تھا اور یہ لائمہ (لائبہ کی کزن) برداشت نہیں کر سکی تھی۔
"تمہارے منع کرنے سے یہ کبھی نہیں مانیں گے جب یہ چوری کرنے کے ارادے سے آئے ہیں تو چوری کئے بنا خالی ہاتھ تو جائیں گے نہیں اس لئے جو لے جا رہے ہیں لے جانے دو"۔ ثمین ابتہاج' لائمہ

سے بولی تھی۔

"تم تو بے حس ہو گئی ہو ثمین! کسی بات کا اب تمہیں فرق پڑتا ہی نہیں ہے"۔ لائبہ روتے ہوئے بے بسی سے کہہ رہی تھی جبکہ ایک نقاب پوش جس نے لائبہ پر پسٹل تانی تھی وہ ثمین ابتہاج کی بات سنتا لائبہ کو چھوڑ کر اس تک آیا تھا' ثمین ابتہاج پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی تھی اور اس نے اپنا نقاب اُتار دیا تھا اور دائیں بائیں دیوار پر ہاتھ رکھ کر اسے مقید سا کر لیا تھا۔

"ہم تو یہاں دھن دولت چُرانے آئے تھے مگر تم نے تو میرا دل ہی چُرا لیا اور میں تمہارے حسن کی دولت چُرائے بغیر لوٹا تو یہ میری بدذوقی کے زمرے میں آئے گا اور میں بدذوق کہلانا نہیں چاہوں گا"۔ فرزان احمد اس کے گلابی چہرے کو اپنی نگاہ کے حصار میں قید کیے اس کے ماتھے پر جھولتی لٹ کو چھیڑتے ہوئے گھمبیر لہجے میں کہہ رہا تھا اور ثمین ابتہاج بُت بنی بس ٹکر ٹکر اس کے چہرے کو تکے جا رہی تھی۔

"اب' ابق......" اس نے اپنی نازک انگلیاں اس کے چہرے پر پھیری تھیں اور اس کے لبوں سے سرسراتا ہوا نکلا تھا۔ فرزان احمد اپنے چہرے پر نرم انگلیوں کا لمس محسوس کر رہا تھا جبکہ وہ مسلسل اُسے دیکھتے ہوئے "ابق ابق" کی گردان کیے جا رہی تھی' فرزان احمد حیرانگی کے عالم میں کھڑا تھا جبکہ وہ اپنے حواس کھونے لگی تھی اور کچھ ہی لمحوں میں وہ ہوش و حواس سے بیگانہ اس کی بانہوں میں جھول گئی تھی اور وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"فرزان کے بچے! تجھے لڑکی دیکھ کر پھسلنا لازم ہوتا ہے' اٹھا یہ ایڈونچر اپنے گلے نہ پڑ جائے' اب کھڑا کیوں ہے چھوڑ اُسے اور بھاگ کوئی آ نہ جائے"۔ دوسرا نقاب پوش حیران پریشان فرزان احمد سے کہہ رہا تھا۔ لائبہ اور اریشہ بے ہوش ثمین ابتہاج کی جانب دوڑی تھیں جسے فرزان احمد صوفے پر لٹا چکا تھا جبکہ لائبہ حیرانگی سے فرزان احمد کو دیکھے جا رہی تھی' اس نقاب پوش نے حیرانگی سے بے سدھ پڑی ثمین کو تو کبھی خود پر نگاہ جمائے لائبہ کو دیکھتے فرزان احمد کو زبردستی باہر کھینچا تھا' وہ دونوں اُسے ہوش میں لانے کی کوششیں کر رہی تھیں اور لائبہ فوراً باہر لپکی تھی مگر وہ دونوں فرار ہو گئے تھے۔

"ابق...... ابق"۔ ثمین ابتہاج کو ہوش آنے لگا تھا اور وہ اِدھر اُدھر نگاہ گھما کر کسی کو تلاش کر رہی تھی۔

"لائبہ' لائبہ' ابھی یہاں ابتہاج تھا' تم نے دیکھا تھا نا اُسے' وہ بالکل ابتہاج کے جیسا چہرہ رکھتا تھا' وہ' وہ...... کہاں گیا لائبہ! وہ بالکل میرے ابتہاج کے جیسا دکھتا تھا' تم نے اُسے روکا کیوں نہیں"۔ وہ روتے ہوئے لائبہ کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ لائبہ کیا کہتی وہ تو خود اب تک حیران تھی اور تبھی لاؤنج میں ہلچل محسوس ہوئی تھی' ساری خواتین (چاروں کی والدہ محترمائیں) شاپنگ کر کے لوٹ آئی تھیں' مسز خان روتی ہوئی ثمین کو دیکھ کر فوراً اس کی جانب دوڑی تھیں۔

"ثمین! میری جان کیا ہوا؟"

"مما...... مما!" وہ تڑپ کر ان کے سینے سے آ لگی تھی۔

"جانو...... ہوا کیا ہے کچھ مما کو بتاؤ' اتنا رو کیوں رہی ہو؟" انہوں نے اُسے خود سے الگ کرتے ہوئے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"مما! ابھی یہاں کچھ دیر پہلے...... ابتہاج آیا تھا"۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور وہ دُکھ سے کٹ کر رہ گئی تھیں۔

"نہیں چندا! ابتہاج اب کبھی نہیں آئے گا' وہ مر گیا ہے' کب یقین کرو گی بیٹا! کہ تمہارا ابق مر گیا ہے اور جس شخص کو مرے چھ سال ہو گئے ہوں وہ کیسے لوٹ سکتا ہے' اسے میں نے خود سفید کفن میں الوداع کہا تھا' وہ اب کبھی نہیں آئے گا"۔ مسز خان کے لہجے میں دُکھ ہی دُکھ بول رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے مما! کہ میرا ابق مر گیا ہے' اس کے مردہ چہرے کو میری ان انگلیوں نے آخری بار چھوا تھا"۔ وہ اپنی انگلیاں ان کے سامنے کیے بول رہی تھی۔

"اور میری یہ انگلیاں اس کے لمس کو آج بھی ترس رہی ہیں' اس کی بے داغ پیشانی پر دیا الوداعی بوسہ مجھے آج بھی یاد ہے مما! مگر میں نہ پاگل ہوئی ہوں اور نہ ہی اندھی کہ صرف چھ سال میں اس انسان کی صورت بھول جاؤں جسے میں نے اپنی پیدائش کے وقت بھی محسوس کیا تھا' میں تو پیدا ہی اس شخص کے لئے ہوئی تھی' مما میرا ابق مر گیا ہے مجھے معلوم ہے مگر آج جسے میں نے دیکھا وہ ہو بہو ابق کے جیسا تھا' وہی کتابی چہرہ' بھرے بھرے عنابی ہونٹ' لٹ چھیڑنے کا وہی انداز' کچھ بھی تو مختلف نہیں تھا' ہاں...... بس وہ میرا ابق نہیں تھا' میرے ابق کا انداز گفتگو عامیانہ نہیں ہوتا تھا' وہ شخص ابق کے جیسا چہرہ رکھتا تھا مما مگر وہ میرا ابق ہرگز نہیں تھا کیونکہ میرا ابق تو مر چکا ہے' وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے' اس نے جاتے جاتے یہ نہیں سوچا کہ میں کیسے جیوں گی' وہ چلا گیا میری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھ سکنے والا انہیں برسات سونپ گیا' وہ چلا گیا اسے میری کوئی آہ نہیں روک سکی تو مما...... اس کا ہم شکل کیوں میرے سامنے آیا؟" وہ روتے روتے ایک بار پھر بے ہوش ہو گئی تھی اور کمرے میں موجود ہر آنکھ ہی اشکبار تھی' مسز خان اپنی اکلوتی بیٹی کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

............☆............

"فرزان کے بچے' تیری وجہ سے ہم کتنی بڑی مشکل میں پھنستے پھنستے بچ گئے' میں بھی پاگل ہو گیا تھا جو تیری باتوں میں آ گیا"۔ فرزان سے چھوٹا فرقان کہہ رہا تھا۔

"میرے بھائی تو پاگل ہوا نہیں تھا تو پاگل ہے اس میں کسی شک و شبے کی گنجائش باقی نہیں ہے"۔ انداز سراسر چڑانے والا تھا۔

"چلیں میں تو صرف پاگل ہوں' آپ تو نہ جانے کیا کیا ہیں' خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر تو بالکل ہی ہوش و حواس کھو دیتے ہیں"۔ وہ بہت چڑ کر بولا تھا۔

"ہائے...... کیا یاد کرا دیا ظالم!" فرزان نیم دراز ہوتے ہوئے آہ بھر کر بولا تھا۔

"ویسے فرقان! وہ لڑکی ان سب میں بہت مختلف تھی اور تو مجھ پر الزام لگا رہا ہے کہ میں لوز کریکٹر ہوں جبکہ میں تو صرف اس کی بات سن کر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا"۔ اس نے شاید صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

"اوہ...... میں مان بھی لوں تو وہ سب بکواس کرنے کا کیا مطلب تھا اور کیسے تم نے دیوار پر ہاتھ رکھ کر اُسے روکا تھا اور وہ ڈر کے مارے بے ہوش ہوئی تھی"۔ اس کا انداز تفتیش بھرا تھا۔

"پتہ نہیں فرقان! ایک دم مجھے جانے کیا ہوا تھا' اس پر ایک نگاہ پڑتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ اب کبھی میری نگاہ پلٹ نہیں سکے گی اور یار...... مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ مجھے کیوں گھور گھور کر دیکھ رہی تھی اور مجھے دیکھتے ہی وہ کیسے ساکت رہ گئی تھی اور وہ خوف سے نہیں بے یقینی کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی' اسے تو شاید ہی میرا اس کے چہرے اور لٹ کو چھونے کا احساس ہوا ہو کیونکہ وہ مجھے اس وقت حاضر ہو کر بھی غائب سی لگی تھی اور اس نے مجھے دیکھ کر ابق...... ابق...... پکارا تھا' میرے چہرے پر اپنی انگلیاں پھیر کر کسی کو جیسے تلاش کر رہی تھی"۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور اس کی بات فرقان کی وجہ سے قطع ہو گئی تھی۔

"ہو نہ ہو تیری شکل اس کے باپ سے ملتی تھی جو کسی کُمبھ کے میلے میں......"

"جسٹ شٹ اپ فرقان!" فرزان دھاڑا تھا مگر اس پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا' وہ مزے سے کہہ رہا تھا۔

"سچ کہہ رہا ہوں بھائی! اسی لئے تو وہ آپ کو ابق کہہ رہی تھی اور ابق تو کم از کم مجھے پدرانہ نام ہی لگتا ہے"۔

"خاموش ہو جا فرقان! ورنہ میں تیرا سر پھاڑ دوں گا' میں تجھے کوئی کھوسٹ نظر آ رہا ہوں جو تو نے مجھے ایک حسین دوشیزہ کا باپ بنا ڈالا"۔ فرزان آپے سے باہر ہو رہا تھا جبکہ فرقان کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہو چکا تھا۔

فرزان اور فرقان دو بھائی تھے اور فرقان سے دو سال چھوٹی ایک بہن تھی' یہ لوگ ہمیشہ سے امریکہ میں رہ

رہے تھے اور فقط ایک ماہ قبل پاکستان شفٹ ہوئے تھے ابھی صرف وہ دونوں ہی آئے تھے' مسٹر اینڈ مسز احمد اور ایمن ابھی نہیں آئے تھے' وہ یہاں کے علاقوں کے بارے میں بالکل نہیں جانتے تھے اور گھر میں اکیلے پڑے پڑے بور ہو چکے تھے' سامنے والے بنگلو میں سے گانے کی آوازیں آتی رہتی تھیں' کل رات ٹینٹ وغیرہ بھی لگا تھا جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ کسی کی شادی ہو رہی ہے' آج صبح ناشتہ کرنے کے بعد وہ دونوں ٹیرس پر آگئے تھے جہاں سے سامنے والے بنگلو میں آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا' ان کے سامنے کچھ خواتین گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئیں اور باقی دو لڑکیاں اندر چلی گئیں اور تھوڑی ہی دیر میں تیز آواز میں میوزک بجنے کی آواز آنے لگی اور ان دونوں کے دل میں نجانے کیا سمائی کہ وہ کچھ ہی دیر میں چوری کرنے کے ارادے سے حسن ولا میں موجود تھے کیونکہ انہوں نے گھر سے نکلتی ملازمہ کے ساتھ موجود آٹھ نو سال کی بچی سے پوچھ لیا تھا کہ اس وقت گھر میں کون کون موجود ہے' اور وہ محض ان لڑکیوں کو ڈرانے اور اپنا ٹائم پاس کرنے کے ارادہ سے گئے تھے' فرقان تو ویسے بھی اپنے سرکل میں 007 کے نام سے مشہور تھا اور وہ جس مقصد سے گئے تھے وہ پورا ہو گیا تھا' یعنی لڑکیاں کافی خوفزدہ ہو گئیں تھیں مگر ایک لڑکی کو اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا اور فرزان احمد اس کی جانب متوجہ ہونے پر مجبور ہو گیا تھا' مگر اس کے عجیب و غریب رویے کو بہت سوچنے کے بعد بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

''یار فرقان! وہ مجھے دیکھ کر چونک کیوں گئی تھی' دیکھ بکواس نہیں' میں سیریس ہوں''۔ فرزان اسے منہ کھولتے دیکھ کر بیچ ہی میں ٹوک گیا تھا اور وہ بھی سیریس ہو گیا تھا۔

''ہاں فرزان! تو ٹھیک کہہ رہا ہے یار' اور صرف وہی نہیں پیلے جوڑے میں ملبوس لڑکی بھی تجھے بہت گھور گھور کر دیکھ رہی تھی جبکہ باقی دو لڑکیوں کو تو کوئی فرق نہیں پڑا تھا اور ایسا کیوں تھا میں خود نہیں سمجھ پا رہا''۔ وہ سوچتے ہوئے بولا تھا۔

''ہو سکتا ہے فرقان! وہ پیلی والی اور وہ حسینہ دونوں بہنیں ہوں''۔ اس نے اندازہ ظاہر کیا تھا۔

''ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے اور یہ تو زیادہ ممکن نظر آ رہا ہے کہ تیری شکل اس اُداس حسینہ کے باپ......'' فرزان نے اسے کشن کھینچ مارا تھا اور وہ ہنستے ہوئے چپ کر گیا تھا۔

''فرقان! مجھے تو وہ لوگ دیکھ ہی چکی ہیں اس لئے اب تو کسی بہانے سے ان کے گھر جائے گا تاکہ یہ مسٹری تو ختم ہو سکے''۔ فرزان کافی سنجیدہ تھا۔

''خیریت تو ہے بھائی! وہ لڑکی کچھ زیادہ ہی دل و دماغ پر سوار نہیں ہو گئی' کہاں تو تم حسین سے حسین لڑکی کو بھی گھاس ڈالنا گوارا تک نہیں کرتے تھے' کتنی ہی گوریاں آگے پیچھے پھرا کرتی تھیں' وہ کترینا تو صرف آپ کی ایک نگاہ کی منتظر تھی مگر آپ نے اس کے ہوشربا حسن کو بھی در خور اعتنا نہ جانا اور کہاں ایک عام سی لڑکی کے لئے اتنے بے چین ہو''۔ فرقان اسے بڑی جانچتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''تو نے ٹھیک کہا یار! میں واقعی ایک دم ہی اس کے اُداس حسن کا اسیر ہو گیا ہوں''۔ اس نے اول روز ہی اپنی شکست تسلیم کر لی تھی' شاید محبت ایسی ہی منہ زور ہوتی ہے کہ اس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔

☆

''پلیز مما! آپ اکیلی چلی جائیں' میرا بالکل بھی جانے کا موڈ نہیں ہے''۔ ثمین ابتاج بے زاری سے کہہ رہی تھی۔

''چندا! لائبہ آپ کی کتنی اچھی فرینڈ ہے اور اس کی زندگی کے اتنے خاص موقعے پر آپ اس کے ساتھ نہ ہوں گی تو وہ کتنا بُرا فیل کرے گی''۔ مسز خان کے مجبور کرنے پر وہ تیار ہونے کے لئے اُٹھ گئی تھی' لائبہ اس کی اکلوتی پھپھو کی بیٹی تھی اور لائبہ بھی ثمین کی طرح اکلوتی

تھی' اس سے چار سال بڑا ایک بھائی تھا' ثمین اور لائبہ میں بہت دوستی تھی اسی لئے وہ تیار ہونے اٹھ بھی گئی تھی' مگر اس کی تیاری نہ ہونے کے برابر تھی' وہ جس کے لئے سجا سنورا کرتی تھی جب وہ نہیں رہا تھا تو اس نے سجنا سنورنا بھی چھوڑ دیا تھا' گزرے چھ ماہ سے صرف سیاہ لباس اس کے وجود کی زینت بن کر رہ گیا تھا' ہر وقت آنکھ میں کاجل رکھنے والی اب صرف ان میں موتی رکھا کرتی تھی' اس نے کاجل لگانا چھوڑ دیا تھا۔

''بیٹا! آج تو یہ رنگ نہ پہنتیں اور کم از کم لپ اسٹک ہی لگا لیتیں''۔ مسز خان شیفون کے سیاہ سوٹ میں ڈھلے ہوئے چہرے اور سادہ سی چوٹی بنائے بیٹی کو دیکھ کر دکھ سے تڑپ کر رہ گئیں تھیں' کچھ سال پہلے تک رنگوں سے محبت کرنے والی ان کی بیٹی' آنکھوں میں شوخی اور لبوں پر ہنسی رکھنے والی ان کی نازک بیٹی چند مہینوں میں ہی کیسے بجھ کر رہ گئی تھی' ہنسنا تو بالکل چھوڑ دیا تھا' ہر وقت گم صم اور اُداس خیالوں میں کھوئی رہتی تھی۔

''مما! جس کے دم سے میری زندگی میں رنگ تھے وہ نہیں رہا تو یہ سارے رنگ میرے لئے اپنے معنی کھو چکے ہیں' اس لئے میں اب کچھ بھی پہنوں تو کیا فرق پڑے گا''۔ وہ انہیں دیکھے بغیر باہر نکل گئی تھی' مسز خان بے بسی سے اس کے پیچھے ہی آ گئی تھیں۔ محفل اپنے عروج پر تھی' ثمین ابتاج ایک کونے میں کھڑی تھی' اسے اس ساری رونق سے جیسے کوئی سروکار ہی نہیں تھا اور وہ بہت جلد اس ہنگامے سے اُکتاہٹ کا شکار ہو گئی تھی۔

''مما! میرے سر میں درد ہو رہا ہے' میں گھر جا رہی ہوں' آپ صفدر بھائی (لائبہ کا بھائی) کے ساتھ گھر آ جایئے گا''۔ وہ ان کی سنے بغیر باہر کی جانب بڑھ گئی تھی' وہ بہت سلو ڈرائیو کر رہی تھی اور ہلکی آواز میں اس نے غزل لگا دی تھی۔

''اجنبی شہر کے اجنبی راستے میری تنہائی پر مسکراتے رہے
میں بہت دیر تک یونہی چلتا رہا تم بہت دیر تک یاد آتے رہے''

کار کی رفتار دھیرے دھیرے بالکل تھم گئی تھی اور وہ اسٹیئرنگ پر سر رکھے آنسو بہا رہی تھی اور مغنی کی دل سوز آواز کے ساتھ اس کی سسکیاں بھی گونجنے لگی تھیں۔

''آئی مس یو ابتاج! آئی مس یو آ لاٹ!'' وہ دھیرے دھیرے خود سے روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ابتی! پلیز...... لوٹ آؤ' تم بن مجھ سے نہیں جیا جاتا' دنیا دکھاوے کو میرے لبوں پر سجی مسکراہٹ کتنی کھوکھلی ہے کیا تم نہیں جانتے' تم تو میرے بن کہے میرے دکھ کو سمجھ لیتے تھے اور آج میں تمہارے لئے تڑپ رہی ہوں اور تم نہ جانے کس دیس کے باسی بن گئے ہو کہ میری کوئی آہ تم تک نہیں پہنچتی۔ پلیز مجھے اتنا مت ستاؤ' لوٹ آؤ میری زندگی میں' تجھ بن سانسیں چل رہی ہیں مگر جینے کی آس نہیں ہے' یا تو میری سانسیں چھین لو یا خود میرے پاس چلے آؤ' ابتی...... تم کیوں نہیں سنتے میری...... کیوں تڑپا رہے ہو' مت آزماؤ ابتی' کیوں تم مجھے چھوڑ گئے' تم نے تو ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں اور اکیلے ہی بیچ راہ میں چھوڑ گئے' آئی لو یو ابتی' پلیز...... لوٹ آؤ' یہ راستے جن پر ہم سدا ساتھ چلے تھے تم بھی' مجھ سے کاٹے نہیں کٹتے اس لئے لوٹ آؤ' خدارا ابتی لوٹ آؤ''۔ وہ بہت تڑپتے ہوئے ابتاج احسن کی تصویر پر ہاتھ پھیر رہی تھی مگر اس کی ہر آہ و بکا بے سود تھی کیونکہ آخری سفر پر جانے والے یوں بیچ راستوں میں نہیں ملا کرتے۔

''آر یو اوکے مس' کیا میں آپ کی کوئی ہیلپ کر سکتا ہوں؟'' شیشہ بجا کر کسی نے کہا تھا اور اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا مگر فرقان احمد چونک گیا تھا' وہ دونوں بور ہو رہے تھے اس لئے ٹہلنے نکل گئے تھے' نئی جگہ پر راستہ بھول کر کافی دور آ گئے تھے اور جب یہ کار آ کر رُکی تو وہ لفٹ لینے کے ارادہ سے آیا تھا مگر روتی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر اُلٹا اس کی مدد کرنے کا خیال آ گیا تھا اور اب اس لڑکی کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا' پورا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور لال انگارہ آنکھوں سے ٹپ ٹپ موتی گر رہے تھے اور اس کے ہاتھ میں موجود تصویر نے فرقان احمد کو

ساکت کر دیا تھا اور وہ بے اختیاری میں اس تصویر کے بارے میں پوچھ بیٹھا تھا اور ثمین نے اک نگاہ استفسار کرتے شخص پر ڈال کر تصویر پر نگاہ جماتے ہوئے آہستگی سے کہا تھا۔

"ہز مائی ہسبینڈ...... اہتاج احسن"۔ کہتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور اندھیرے میں گاڑی کی لائٹس سے ایک دم روشنی سی ہوگئی تھی اور اس کی نگاہ تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے شخص پر پڑی تھی اور بے اختیاری میں پیر بریک پر جا پڑا تھا' وہ بڑی پھرتی سے باہر نکلی تھی اور دوڑتے ہوئے اس شخص کے سامنے آکر رُک گئی تھی۔

"اہتی...... اہتی...... تم لوٹ آئے ہو' تم نہیں مرے اہتی...... اور تم مر بھی کیسے سکتے ہو اہتی...... جب تمہاری ثمین کی سانسیں چل رہی ہیں تو تم کیسے زندگی سے ناتا توڑ سکتے ہو' تمہیں تو لوٹ ہی آنا تھا"۔ وہ بے تابی سے کہتے ہوئے فرزان احمد کے سینے سے لگ گئی تھی اور فرزان احمد تو حق دق رہ گیا تھا اور بہت مشکلوں سے اُسے خود سے دور کیا تھا مگر وہ تو جیسے ہوش میں نہیں تھی' دیوانگی سے اہتی...... اہتی کہتے ہوئے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرے جا رہی تھی' فرزان احمد کا ہاتھ اٹھا تھا اور اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پر چپ سا گیا تھا اور وہ بھی جیسے ہوش میں آ گئی تھی اور نہیں نہیں کرتی پیچھے ہٹتے ہوئے گاڑی میں بیٹھی تھی اور زن سے گاڑی آگے کی جانب بڑھا لے گئی تھی۔ فرقان احمد نے ساکت کھڑے فرزان احمد کو ہلایا تھا۔

"فرقان...... یہ سب کیا؟" فرزان احمد کے لب ہلے تھے مگر اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی اور وہ فرقان احمد کے ہاتھ سے تصویر لے کر بے یقین سا تھا۔

"فرقان! یہ تو میں......"

"فرزان! یہ تیری تصویر نہیں ہے تیری شکل اس شخص سے ملتی ہے' جبھی وہ لڑکی تمہیں دیکھ کر عجیب طرح سے ری ایکٹ کرتی ہے"۔

"ایسا کیسے ہوسکتا ہے"۔

"ایسا ہو نہیں سکتا ہو چکا ہے"۔ فرقان احمد خود بھی حیران تھا مگر اس نے ثمین کے کار سے باہر آتے ہی فوراً تصویر ڈیش بورڈ سے اٹھائی تھی اور ثمین نے خود اُسے بتایا تھا کہ تصویر میں موجود شخص اس کا شوہر ہے' جبکہ فرزان احمد سے اس کی صرف دوسری اتفاقی ملاقات تھی اور تصویر میں موجود شخص ہو بہو فرزان احمد سے ملتا تھا' وہ لڑکی اس کے ساتھ کھڑی تھی' فرزان احمد کافی حیرانگی سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا' اس میں اور فرزان احمد میں کوئی فرق نہیں تھا اور اب اُسے تجسس نے آ گھیرا تھا اور وہ جلد از جلد اپنے ہم شکل کے بارے میں جان لینا چاہتا تھا اور اس لڑکی کے بارے میں بھی۔

☆..........

اعظم خان ایک بہت بڑے ڈیزائنر تھے اور مسز خان بھی فیشن ڈیزائنر تھیں ان کا اپنا ایک بوتیک تھا جو اعظم خان کی وفات سے قبل وہ مل کر چلا رہے تھے مگر جب ثمین صرف نو برس کی تھی اعظم خان مالک حقیقی سے جا ملے' مسز خان نے نہ صرف اکیلے ثمین کی پرورش کی بلکہ تنہا ہی بوتیک بھی سنبھال لیا' ثمین نے انگلش میں ماسٹرز کیا تھا۔ اہتاج احسن' مسز خان کی فرینڈ کا بیٹا تھا اور دونوں پڑوسی بھی تھے' اہتاج احسن اور ثمین خان ایک ساتھ کھیل کر بڑے ہوئے' بچپن سے ہی دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم بن گئے۔ نہ ثمین اس سے کچھ چھپاتی اور نہ ہی اہتاج کی کوئی بات اس سے پوشیدہ تھی' دونوں کے ہی فرینڈز نہ تھے وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے کافی تھے اور ان دونوں کی ایک دوجے کے لئے چاہت دیکھتے ہوئے دونوں کی منگنی کر دی گئی تھی' شادی میں بھی محض کچھ وقت رہ گیا تھا مگر اہتاج احسن کے پیرنٹس کی روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات کی وجہ سے خود بخود وقفہ آ گیا تھا' اہتاج احسن تو ٹوٹ کر رہ گیا تھا مگر ثمین کی محبت نے اُسے بکھرنے نہیں دیا تھا' زندگی ایک بار پھر معمول پر آنے لگی تھی اور یہ دونوں شادی کی تیاریوں میں لگے تھے کہ دونوں پر گویا قیامت ہی ٹوٹ پڑی۔

☆..........

اہتاج احسن کمرے میں اندھیرا کیے پڑا تھا کہ جھٹکے سے دروازہ کھلا تھا اور کوئی بولتے ہوئے اندر آ گیا تھا۔

"اہتی کے بچے' خدا پوچھے تمہیں' یہاں میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تم مزے سے سو رہے ہو"۔ ثمین نے لائٹ جلا کر پردے کھینچ دیئے تھے اور کمرہ ایکدم سے روشن ہو گیا تھا۔

"اہتی! واٹ ہیپن؟ یہ کیا حال بنایا ہوا ہے؟" اُلجھے بال' بڑھی ہوئی شیو' لہو رنگ آنکھیں اور ستا ہوا چہرہ دیکھ کر ثمین تڑپ کر رہ گئی تھی۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟" اُلجھے بالوں کو انگلیوں کی مدد سے سلجھاتے ہوئے وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ مجھے تم سے ملنے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت کب سے پڑنے لگی اور تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے' کیا حال بنایا ہوا ہے؟" ثمین اُسے گھورتے ہوئے ایکدم اس کی پیشانی پر فکرمندی سے ہاتھ رکھ گئی تھی جو بُری طرح جل رہی تھی۔

"اہتی! تمہیں بخار ہے یار...... اور تم نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا"۔ وہ باقاعدہ روتے ہوئے ڈاکٹر کو فون ملانے لگی تھی مگر اہتاج احسن نے اس کے ہاتھ سے سیل فون چھین لیا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا سمجھیں' اور میرے لئے اتنا فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے"۔ اس نے بیدردی سے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو جھٹک دیا تھا اور وہ تو ساکت رہ گئی تھی۔

"اہتی! ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟" بہت مشکل سے چند لفظ وہ کہہ پائی تھی۔

"اب مجھے ہر بات کا تمہیں جواب دینا پڑے گا"۔

"میں نے ایسا کب کہا اہتی! تمہاری طبیعت خراب......

ذرا سا بخار ہی ہے ہاں مر تو نہیں گیا جو......"

"اہتاج! خبردار جو آئندہ بکواس کرنے کی کوشش کی"۔ وہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھے روتے ہوئے مگر درشتگی سے کہہ رہی تھی اور اہتاج احسن کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں اسی لئے وہ اپنا رُخ بدل گیا تھا' ثمین اس کے روم سے نکل گئی تھی' گھر آتے ہی ڈاکٹر کو فون کیا تھا اور خود اس کے لیے سوپ بنانے لگی تھی' مگر وہ اس سے ناراض ہو گئی تھی اس لئے ملازمہ کے ہاتھ سوپ اور دوائی بھیج دی تھی' اہتاج احسن اس کی اتنی محبت پر آنسو بہانے پر مجبور ہو گیا تھا' اور ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ ثمین روتی ہوئی اس کے پاس سے گئی ہو اور اس نے بھی خاموشی سے جانے دیا ہو' مگر جب سے وہ سوچوں میں غلطاں تھا' سوپ پڑے پڑے ٹھنڈا ہو گیا تھا اور اسے آنسو بہانے سے فرصت نہیں تھی' اسے کب معلوم تھا کہ اسے اتنی بڑی بیماری لاحق ہے وہ تو سر درد اور گری گری طبیعت کی وجہ سے ڈاکٹر کے پاس گیا تھا اور اُسے پتا چلا کہ اُسے کینسر ہے اور یہ خبر سنتے ہی اُسے ثمین کا خیال آیا تھا' ان کی شادی میں صرف اٹھارہ دن رہ گئے تھے کہ جدائی کا پروانہ مل گیا۔

☆..........

"اہتی پلیز! ایک بار میرا قصور بتا دو' میں نے ایسا کیا کر دیا ہے جو تم نے مجھ سے 3 دن سے بات تک نہیں کی"۔ ثمین روز سوچتی کہ وہ اُسے منانے آئے گا مگر وہ نہیں آیا تو وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود ہی آ گئی تھی اور وہ کتنا شکست خوردہ سا لگ رہا تھا اس وقت جب وہ تڑپ رہی تھی اور وہ بالکل چپ تھا' اُسے روکنے کے بجائے اور اُسے تڑپانے کی باتیں کرنے لگا تھا' اس کی خاموشی ٹوٹی تو ثمین کے دل کو چیرتی چلی گئی۔

"اس لئے کہ میں تم سے بات کرنا ہی نہیں چاہتا' تم کیوں میرے پیچھے پڑی ہو' چھوڑ دو میرا پیچھا"۔ اس نے اپنے لہجے کو ہر احساس سے عاری کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

''کیا...... میں...... میں تمہارے پیچھے پڑی ہوں''۔ بے یقینی نے اس کے لفظ ہی ختم کروا لیے تھے۔

''ہاں...... ہاں...... مس ثمین خان! آپ زبردستی میرے پیچھے پڑی ہوئی ہیں' میں تو محض اپنا وقت اچھا گزارنا چاہتا تھا مگر تم نے تو میرا......''

''تم اب تک مجھ سے ملتے رہے' جو وعدے کرتے رہے وہ محض وقت گزاری تھی' پندرہ دن بعد ہماری شادی بھی وقت گزاری کے لیے فکس ہو گئی' بچپن سے لے کر آج تک ہمارا ساتھ' ہماری خوشیاں' ہمارا روٹھنا' ہمارا منانا' ایک دوسرے کے لیے فکرمند ہونا محض وقت گزاری تھی' چھ سال ہماری منگنی رہی' میری انگلی میں موجود انگوٹھی بھی وقت گزاری کا نتیجہ ہے' ہم نے ساتھ مل کر جو سپنے دیکھے' ایک گھر بنایا جس میں شادی کے بعد کی زندگی گزارنے کے ہزاروں سپنے ہماری آنکھوں نے محض وقت گزاری میں دیکھے''۔ وہ اس کا گریبان تھامے ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی۔

''ابتہاج احسن! جب تم وقت گزاری میں میرے لیے چاکلیٹ لا سکتے ہو' میری پنسل بکس میں آرٹیفشل کاکروچ رکھ کر گھنٹوں میرے آنسو صاف کرنے میرے لبوں پر مسکراہٹ لانے کی کوشش محض گزاری میں کر سکتے ہو' مجھے انگوٹھی تم وقت گزاری میں پہنا سکتے ہو' جب تم وقت گزاری میں وعدہ کر سکتے ہو' قسمیں کھا سکتے ہو تو اسی وقت گزاری کے لیے مجھ پر ایک احسان اور کرو' وقت گزاری میں ہی مجھے بیوی بنا کر وقت گزاری کے بعد چھوڑ دو......''

''ثمین......'' ابتہاج نے اسے زوردار تھپڑ مارا تھا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ابتہاج احسن! تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے' ایسا کرو گے تب ہی ہمارے گزرے لمحوں پر طمانچہ مار سکو گے اور ثابت کر سکو گے کہ ابتہاج احسن نے ثمین خان سے محبت نہیں کی تھی محض اس کے ساتھ وقت گزاری کی تھی اور یہ تھپڑ جو تم نے مجھے مارا ہے پوچھ سکتی ہوں کیوں؟ جب تم وقت گزاری میں......''

''محبتوں میں ہوس کے اسیر ہم بھی نہیں
غلط نہ جان کہ اتنے حقیر ہم بھی نہیں
ہماری ڈوبتی نبضوں سے زندگی نہ مانگ
سخی تو ہیں لیکن اتنے امیر ہم بھی نہیں''

''چپ کر جاؤ ثمین!'' وہ بہت زور سے چیخا تھا۔

''بہت تکلیف ہو رہی ہے ناں ابی! مجھے بھی ہو رہی ہے اور کیا نہیں ہونی چاہیے' اپنے بائیس برسوں کے رائیگاں چلے جانے پر غم منانے کا حق تو بنتا ہے ناں میرا اور کیوں نہ غم مناؤں ابتہاج احسن کہ جسے میں محبت سمجھ رہی تھی وہ وقت گزاری تھی لیکن تم چوک گئے ابتہاج احسن اس وقت گزاری کا خاتمہ کرنے میں تم نے صرف اور صرف بائیس برس لگا دیے مگر 15 دن اور نہ گزار سکے' تمہارا دل ثمین خان سے بھرنے میں 22 برس لگے' 22 برس تک تم نے محبت کا دم بھرا اور آج ہر محبت سے منکر ہو گئے' تمہارے لہجے میں نفرت اور حقارت کے سوا کچھ نہیں ہے ابتہاج احسن' مگر تمہاری یہ آنکھیں آج بھی بائیس برسوں کا عکس لیے ہوئے ہیں' ان میں کہیں بھی ثمین خان کے لیے نفرت نہیں ہے' یہ چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ ابتہاج احسن کا کہا ہر جملہ محض جھوٹ اور فریب ہے' تمہارا مجھے تھپڑ مارنا کہہ رہا ہے کہ تم نے میرے ساتھ وقت گزاری نہیں کی' اگر ثمین خان نے محبت کی ہے تو ابتہاج احسن نے بھی کی ہے اور تم کیا سمجھتے ہو تم نے کہا کہ تم میرے ساتھ مخلص نہیں تھے میں یقین کر کے تمہیں بے وفا سمجھ کر تمہاری زندگی سے نکل جاؤں گی' یہ سب تمہاری بھول ہے ابی' ثمین خان جانتی ہے کہ ابتہاج احسن اس کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا چاہے زندگی اس کے ساتھ وفا نہ کرے''۔ اس نے بہت چونک کر اسے دیکھا تھا اور اس کے لبوں پر بڑی زخمی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''تم کیا سمجھتے ہو ابی! میں کچھ نہیں جانتی' تم میں اپنی خوشیاں تلاشنے والی کیا تمہارے دکھ سے بے خبر رہ

سکتی ہے''۔ وہ روتے ہوئے ابتہاج احسن کو جھنجھوڑ رہی تھی اور کچھ ہی دیر میں دونوں کے شانے ایک دوسرے کے آنسوؤں سے بھیگنے لگے تھے۔

آئی ایم سوری ثمین! مگر جب سے مجھے پتہ چلا ہے کہ مجھے بلڈ کینسر ہے' میں مرنے والا ہوں......'' اس نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیے تھے۔

''تمہارے رونے سے تقدیر کا لکھا ٹل نہیں جائے گا''۔ وہ بے بسی سے بولا تھا اور ثمین نے پہلے اس کے آنسو صاف کیے تھے اور پھر اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے قدرے کوشش سے بشاش لہجے میں بولی تھی۔

''ہماری شادی میں صرف پندرہ دن رہ گئے ہیں اور کنجوس آدمی تم نے مجھے اب تک ویڈنگ ڈریس نہیں دلوایا' فوراً اٹھو اور مجھے شاپنگ کروا کے لاؤ''۔ اس کے کہنے پر وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

''ثمین! اب ہماری شادی نہیں ہو سکتی''۔

''کیوں نہیں ہو سکتی؟'' بات کاٹ کر پوچھا تھا۔

''مجھے بلڈ کینسر ہے ثمین! میں موت کے دہانے پر کھڑا ہوں اور ایک مرتے ہوئے انسان سے شادی کے بارے میں سوچنا بھی حماقت ہے''۔ وہ کافی بے بس سا تھا۔

''تم سے شادی کرنا حماقت ہے تو حماقت ہی سہی''۔ وہ بہت اٹل لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''ایک مرتے ہوئے انسان سے شادی کر کے تمہیں سوائے دکھوں کے کچھ نہیں ملے گا' تم کیوں اپنی زندگی برباد کرنا چاہتی ہو''۔ وہ اس کے لہجے کی مضبوطی محسوس کرتا ہوا بھی اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ابی! فضول کی بحث مت کرو اور اتنا تو بتاؤ مجھے کہ اگر جو بیماری تمہیں ہے وہ مجھے ہوتی تو کیا تم مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیتے' مجھے ٹھکرا کر مرنے کے لیے چھوڑ دیتے' نہیں ناں' تو مجھ سے ایسی امید کیوں رکھتے ہو کہ میں تمہیں اپنی محبت اور سوچوں سے محض ایک بیماری کو بنیاد بنا کر آزاد کر دوں گی' ہماری شادی گیارہ اکتوبر کو فکس ہوئی ہے اور اسی تاریخ کو ہوگی' ثمین خان پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہے' محبت کی ہے تو اسے آخری سانس تک نبھاؤں گی''۔ ثمین بہت سچائی سے کہہ رہی تھی۔

''ثمین! اگر تم نے محبت کی ہے تو محبت تو میں نے بھی تم سے بے حد بے حساب کی ہے' چاہتوں کے اس حسین سفر میں ہم ساتھ ساتھ چلے ہیں' ہمارے مابین صرف قلبی نہیں روح کا رشتہ استوار ہے اور روح کے رشتے مر کر بھی نہیں ٹوٹتے' پلیز ثمین! اپنے ابی کو کمزور نہ کرو' تمہاری محبت مجھے اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تو میری محبت بھی تو مجھ سے تقاضا کرتی ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ جوڑ کر رکھنے کے بجائے تمہیں خوشیوں کے راستے پر چلنے دوں' خوشیوں پر تمہارا حق ہے اور میں تمہیں سوائے دکھوں کے کچھ نہیں دے ہی نہیں سکتا''۔ وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

''موت تو برحق ہے ابی! اور جب ہم موت کے ڈر سے جینا نہیں چھوڑتے تو میں تمہیں کیوں چھوڑ دوں اور کیا تمہیں بلڈ کینسر نہ ہوتا تو کیا تمہیں موت نہ آتی' ابی! کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم رونے کے بجائے ان لمحوں کو ساتھ گزار کر انہیں اپنی چاہت کے رنگوں سے بھر دیں''۔ ثمین اس کا ہاتھ تھامے کہہ رہی تھی اور وہ اسے ایک ہی بات کی گردان کرتے دیکھ کر چڑ کر رہ گیا تھا۔

''تم پاگل ہو گئی ہو' جبھی اس شخص سے شادی کرنے کو بے تاب ہو جسے بلڈ کینسر ہے مگر میں پاگل نہیں ہوں' میں تم سے شادی نہیں کروں گا''۔ وہ درشتگی اور بے بسی سے کہہ رہا تھا۔

''میں پاگل تو ضرور ہوں ابی! مگر تمہاری محبت میں اور تم مجھ سے شادی ضرور کرو گے جب مجھے اعتراض نہیں ہے تو تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے' ہماری شادی گیارہ اکتوبر کو ہی ہوگی' تمہارے نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا''۔ ثمین اپنا فیصلہ سنا کر باہر کی جانب بڑھنے لگی تھی۔

''ثمین! میں بھی تمہاری دہلیز پر سہرا باندھ کر نہیں آؤں گا' تمہارا انتظار رائیگاں جائے گا''۔ بے لچک لہجے پر ختم کر دہ پلٹی تھی اور ایک بار پھر اس کے بالکل سامنے آ کر رُک گئی تھی۔

''میں گیارہ اکتوبر کو سرخ جوڑے میں تمہارے نام کی مہندی لگا کر تمہاری راہ دیکھوں گی اور تم اپنی محبت اور عزت کی خاطر نہیں میری محبت اور عزت کی خاطر آؤ گے' مجھے لوگوں کی باتوں اور میرے کردار پر اُٹھنے والی اُنگلیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے آؤ گے' تمہیں اپنی ثمین کی ضد اس کی محبت کھینچ لائے گی' تم میرے گھر کی دہلیز پر سہرا باندھ کر ضرور پار کرو گے اور میں تمہاری سنگت میں بابل کی دہلیز پار کروں گی' ہماری شادی ہم دونوں کی موت کے سوا کوئی دوسری طاقت نہیں روک سکتی''۔ وہ مضبوط لہجے میں کہتی پلٹی تھی اور اس کی کلائی ابتهاج احسن کی گرفت میں آ گئی تھی اور وہ تھم گئی تھی۔

''ضد نہ کرو جان! میں تو مر ہی رہا ہوں تم کیوں میری موت کا سامان کرنے چلی ہو''۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''ابتی! مرتے مرتے ایک احسان مجھ پر کر جاؤ' مجھے اپنا نام دے دو' میری آرزو ہے کہ جب مجھے موت آئے تو میرے نام کے ساتھ تمہارا نام جُڑا ہو' میں تمہارے حوالے سے جانی جانا چاہتی ہوں' اپنی ذات کو میری پہچان بنا دو''۔ ثمین خان اس کے سامنے گڑگڑا رہی تھی۔

''تم..... کیوں نہیں سمجھ رہیں کہ میں مر رہا ہوں' تمہیں کچھ نہیں دے سکتا' مجھ سے جڑ کر تمہاری خوشیوں کو گھن لگ جائے گا' میرے مرنے کے بعد تم کسی اچھے انسان سے شادی.....''

''ابتی! آج تو کہا آئندہ غلطی سے بھی ایسی بات نہ کرنا' میں نے صرف تم سے محبت کی ہے اور کسی دوسرے شخص کی میری زندگی میں گنجائش نکلتی ہی نہیں ہے' تم مجھے اپنا نام نہیں دینا چاہتے تو ٹھیک ہے نہ دو مگر کسی دوسرے کو میرے ساتھ جوڑنے کی کوشش ہرگز نہ کرو' میری آنکھوں نے صرف تمہارے سپنے دیکھے ہیں' صرف تمہیں اپنے جیون ساتھی کے روپ میں دیکھا ہے اور تمہیں میرے خوابوں کو چکنا چور کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا''۔ وہ اس کے سینے پر سر رکھے بلک اُٹھی تھی' آنکھیں اس کی بھی بہہ رہی تھیں اور لفظ کھو سے گئے تھے۔

............☆............

''مما پلیز! سمجھنے کی کوشش کریں' جو بیماری ابتی کو ہوئی ہے وہ مجھے بھی تو ہو سکتی تھی اور وہ مجھے اپنانے سے انکار کر دیتا تو آپ کے دل پر کیا گزرتی''۔

''شٹ اپ ثمین!'' مسز خان نے اسے آگے کہنے سے روکا تھا۔

''مما! جو بات آپ سننے میں ہی کانپ گئیں ہیں' اس مشکل گھڑی سے ابتی نبرد آزما ہے اور آپ چاہتی ہیں کہ میں اُسے اکیلا چھوڑ دوں' مما آپ کی بیٹی ابتی کی بیماری کا سن کر مری گئی ہے' اسے ابتی سے الگ کر کے موت کے گھاٹ نہ اُتاریں''۔ ثمین پہلے ابتهاج احسن کو راضی کر رہی تھی اور اب دوسرے محاذ پر لڑ رہی تھی کیونکہ یہ دونوں (ابتهاج احسن اور مسز خان) ہی اس کو خوش دیکھنے کے متمنی تھے۔

''ثمین! تم اپنی مما کے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں' تم میری واحد اولاد ہو' میں تمہیں کھائی میں گرتے کیسے دیکھوں''۔ مسز خان رو رہی تھیں۔

''مما! ابتی میں کوئی برائی تھی تو کیوں آپ نے میری اس سے شادی طے کی تھی اور جب اس میں کوئی برائی نہیں ہے تو اُسے اس بات کی سزا کیوں دینا چاہتی ہیں جس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے' اتنی کٹھور مت بنیں مما! پلیز..... میری شادی ابتی سے ہو جانے دیجئے' وہ تو مر ہی رہا ہے' اُسے میرے ساتھ کا یقین چند دن کی اور زندگی عطا کر دے گا' گیارہ اکتوبر کا انتظار ہم دونوں نے بہت بے چینی سے کیا ہے' اور یہ دن ایسے ہی گزر گیا تو آپ کی بیٹی کے سارے خواب بکھر جائیں گے' سب

ختم ہو جائے گا اور میں خود کو بھی معاف نہیں کر پاؤں گی' محبت پر سے لوگوں کا ایمان اُٹھ جائے گا' پلیز مما مجھے میری محبت میں سرخرو ہو جانے دیجئے' میں آپ کی ممتا سے اپنی محبت کی بھیک مانگتی ہوں' اپنی ممتا و محبت کے صدقے میری محبت میری جھولی میں ڈال دیجئے''۔ ثمین خان نے بلکتے ہوئے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے' مسز خان نے اُسے سینے سے لگا لیا تھا۔

''جس ممتا نے مجھے خود غرض بنا دیا تھا بیٹا! تم نے اسی کا واسطہ دے کر میرے لبوں کو سی دیا ہے''۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھے روتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

............☆............

''بدھو..... کیا ایسے ہی مجھے تکتے رہو گے یا میری رونمائی کا تحفہ بھی دو گے' ویسے مان لو ابتی! تم ہو بڑے کنجوس''۔ ثمین' ابتهاج کی خاموشی سے گھبرا کر بنا سوچے سمجھے بولی تھی جبکہ ابتهاج احسن اس مہ جبیں کو دیکھ رہا تھا' سرخ عروسی جوڑے میں وہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق معلوم ہوتی تھی' اس کی آنکھیں خوشی اور کچھ پا لینے کے احساس سے جگمگا رہی تھیں۔ ثمین نے مہندی سے سجا کومل ہاتھ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا اور کھنکتی سرخ کانچ کی چوڑیاں اس کی محویت توڑنے کا باعث بن گئیں۔

''بہت حسین لگ رہی ہو' اس روپ میں دیکھنے کی تمنا بھی پوری ہو گئی''۔ اس کی آنکھیں جھلملا گئیں تھیں' بیڈ سے اتر کر رخ موڑے آنسو پینے کی کوشش کرنے لگا تھا مگر ثمین ایک بار پھر اس کے عین سامنے اس کی آزمائش بن کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''چلو..... نکالو میرا گفٹ' خود سے تو تم دینے والے نہیں ہو' اس سے پہلے کوئی گفٹ تم نے ستائے بغیر دیا ہے''۔ اس کے بہت دھونس سے کہنے پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''کیا چاہیے تمہیں.....؟ مانگ کر دیکھو' میرا سب کچھ صرف تمہارا ہی تو ہے''۔ ثمین کا ہاتھ تھام کر بہت پیار سے کہہ گیا تھا۔

''مجھے کچھ دینا ہی چاہتے ہو تو مجھے میرا وہی ہنستا مسکراتا ابتی دے دو' وہ جو میری مسکراہٹ کی خاطر اپنے دُکھوں کو نظر انداز کر جاتا تھا اور وہ جس کی آنکھوں میں شوخی اور لبوں پر ننھے مسکراتے تھے' یہ میرا ابتی نہیں ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ میرے ابتی کو تو میری بہت فکر ہوا کرتی تھی اور اسے تو میری پرواہ ہی نہیں ہے' ہر وقت اپنی آنکھوں میں نمی رکھتا ہے یہ کیوں نہیں سوچتا کہ اس کی ثمین کے دل پر کیا گزرے گی' آئی ریئلی لو یو' پلیز میری خاطر بھول جاؤ کہ تمہیں کوئی بیماری ہے' بس اتنا یاد رکھو کہ میں اور میری محبت تمہارے ساتھ ہے' میں خود سے لڑتے لڑتے تھک سی رہی ہوں' مجھے تمہارے مضبوط سہارے کی ضرورت ہے' اپنے دُکھوں کے حصار سے نکل کر دیکھو کہ تمہاری ثمین تمہاری اُداسی برداشت نہیں کر پا رہی' اور یہ میرا تیرا کیا ہوتا ہے ہمارے دُکھ اور خوشیاں ایک دوجے سے الگ تو نہیں ہیں' پھر تم کیوں سوچتے ہو کہ تم سے شادی کر کے میں نے دُکھوں کو گلے لگایا ہے' جب ہر مسرت کا پل ہم نے ساتھ گزارا ہے تو یہ بُرے لمحے بھی ساتھ ساتھ کاٹ لیں گے''۔ ثمین اس کی آنکھوں میں موجود گلٹ محسوس کرنے کے بعد کہہ رہی تھی۔

''آئی لو یو ٹو ثمین! بہت پیار کرتا ہوں میں تم سے' میرے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو دھڑکنوں کی نہیں تمہیں اپنی آہٹ محسوس ہو گی' میری آنکھوں میں صرف تمہارا عکس ہے' میں تو مکمل تمہارا ہوں' میں نے اپنی زندگی تمہارے نام کر دی تھی (اور جو آج موت کے دہانے پر کھڑی ہے) میں تم سے وفا کرنا چاہتا ہوں مگر زندگی مجھ سے وفا کرنا نہیں چاہتی' میں نے اپنا آپ تمہیں سونپا' آج اپنا نام بھی دیا مگر اپنی ہچکی لیتی سانسیں کیسے تمہارے نام کروں' تم نے اپنی محبت کا واسطہ دے کر یہ خوش نصیب پل مجھ سے سونپے ہیں اور میں تمہیں چاہ کر بھی کچھ نہیں دے سکتا' موت کی دستک نے میرے ہاتھ خالی کر

دیئے ہیں' مجھ سے وعدہ کرو ثمین! کہ جب میری سانسیں تھم جائیں گی......'' ابتہاج احسن اُسے دیوانگی سے دیکھتا محبت سے چور لہجے میں حکایت دل سناتا جانے کیا کہنے لگا تھا کہ اس کی جذبات سے چور آواز کو اپنے من میں بساتی ثمین بہت اچانک غیر ارادی طور پر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ گئی تھی' شاید اسے پتا تھا کہ وہ آگے کیا کہے گا اور وہ کسی بھی شخص کو ابتہاج احسن کی جگہ دینے کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی' اس لئے کہنے سے پہلے روک گئی تھی۔ ابتہاج احسن کچھ پل اسے نم پلکوں سے دیکھتا رہا اور عقیدت سے اس کی بے داغ پیشانی پر اپنی محبت کی پہلی اور آخری مہر محبت ثبت کی اور کھینچ کر اُسے اپنے سینے سے لگا لیا' ثمین کو لگا کہ آج اس کی تکمیل ہو گئی ہے' کچھ لمحے بہت خاموشی سے گزر گئے تھے کہ ثمین کو ایک عجیب سا احساس ہوا' اس نے دایاں ہاتھ ابتہاج احسن کے کاندھے پر رکھے رکھے بائیں ہاتھ سے اس کا دایاں کاندھا ہلاتے ہوئے تھوڑا سا فاصلہ قائم کیا تھا مگر ابتہاج احسن اس کے ہاتھوں سے پھسلتا چلا گیا تھا اور اس کی چیخیں بلند ہو گئیں تھیں۔

☆

''ابتی...... آنکھیں کھول کر اپنی ثمین سے بات کرو' ایسے خاموش کیوں ہو کچھ تو بولو''۔ ثمین سفید کفن میں ساکت لیٹے ابتہاج احسن کو جھنجوڑ رہی تھی۔

''یہ اب کبھی نہیں بولے گا ثمین! کیونکہ تمہارا ابتی مر گیا ہے'' مسز خان نے اُسے ابتہاج احسن سے دور کرنا چاہا تھا' ثمین اُن کے سینے سے لگی بلکنے لگی تھی۔

''مما! میرا ابتہاج بے وفا نہیں ہے' مگر مما یہ زندگی اتنی بے وفا کیوں ہوتی ہے؟'' وہ روتے ہوئے ان سے ایسا سوال کر رہی تھی' جس کا جواب دینا کسی کے بھی بس میں نہیں تھا' کچھ لوگ ابتہاج احسن کو آخری آرام گاہ لے جانے کے لئے آگے بڑھے تھے مگر اس نے ہاتھ بڑھا کر انہیں روک دیا تھا اور آخری بار جی بھر کر اُسے دیکھنے لگی تھی' اس کے نیلے پڑتے ہونٹ ابتہاج احسن کی مردہ پیشانی پر ثبت ہو گئے تھے اور اس کی انگلیاں ابتہاج احسن کے چہرے پر گردش کرتی کرتی ساکت ہو گئیں تھیں' ابتہاج احسن کا آخری سفر اس کی خوشیوں اور مسکراہٹوں کا بھی آخری سفر ثابت ہوا تھا' وہ زندہ اس لئے تھی کہ سانسیں چل رہی تھیں ورنہ جینے کی ہر تمنا ابتہاج احسن کی موت کے ساتھ ہی مر گئی تھی' وہ ایکدم گم صم ہو کر رہ گئی تھی۔

جب تک ابتہاج زندہ تھا اس کی خوشیاں اس سے وابستہ تھیں اور اب وہ اس کی یادوں کے سہارے زندہ تھی' اس نے ایک کینسر ہاسپٹل اپنی تمام پراپرٹی بیچ کر کھول لیا تھا' اس کا زیادہ وقت وہیں گزرتا تھا' دوسری کسی جگہ وہ بلاناغہ جاتی تھی تو وہ ابتہاج احسن کی قبر تھی اور ایسے میں کسی شخص کی شکل ابتہاج احسن سے ملتی دیکھ کر اُسے شاک تو لگنا تھا' شاک میں تو فرزان احمد بھی تھا' اس کے پیرنٹس نے اس کے پوچھنے پر بتایا تھا کہ ابتہاج اس کا جڑواں بھائی تھا جسے فرسٹ ڈے ہی اس کی ماما نے اپنی فرینڈ کو دے دیا تھا کیونکہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی اور ان کے فرزان کی ماما پر بہت احسانات تھے اور انہوں نے جس کا بدلہ اُتارنے اور اپنی جان سے پیاری دوست کا گھر بچانے کے لئے اپنی اولاد انہیں دے دی تھی اور کیونکہ وہ دونوں بالکل ایک جیسے تھے اس لئے کبھی رابطہ نہیں رکھا تھا تاکہ ان کی فرینڈ کی زندگی میں کوئی طوفان نہ آ سکے مگر وہ دونوں (فرزان کے پیرنٹس) نہیں جانتے تھے کہ وہ اپنے بیٹے سے زندگی میں ایک بار بھی نہیں مل سکیں گے۔

☆

''مسٹر فرزان احمد! آپ نے کیا سوچ کر اپنا پرپوزل بھیجا ہے؟'' صوفے پر بیٹھا ٹی وی دیکھتا فرزان احمد کسی کی آواز پر مڑا تھا اور ثمین کو دیکھ کر ٹی وی آف کر کے اس تک آیا تھا اور ثمین جو بڑے جوش و غصے میں جواب طلبی کرنے آئی تھی' فرزان احمد کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی لب سل سے گئے تھے۔ یہ ان کی تیسری ملاقات تھی یا اس سے پہلے یہ دونوں دو دفعہ جو اتفاقی طور پر ملے اسے ملاقات کا نام دینا چاہیے بھی یا نہیں؟ وہ فوراً پلٹی تھی کہ

''ثمین......!'' آواز وہ نہیں تھی مگر پکارنے کا انداز ویسا ہی تھا' اس کے قدم رُک گئے نہ تو کیا کرتے' مگر وہ رُخ موڑے ہی کھڑی تھی اور فرزان احمد اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''آپ کچھ پوچھنے آئی تھیں اور جواب لئے بنا ہی جا رہی ہیں''۔ فرزان احمد سادہ لہجے میں کہہ رہا تھا اور ثمین کی نگاہ اس چہرے سے ہٹنے کو قطعاً تیار نہ تھی' فرزان احمد نے اس کی محویت توڑنے کے لئے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تھا' وہ حال میں لوٹتی آنسو چھپانے کی کوشش کرنے لگی تھی اور باہر کی جانب دوڑی تھی مگر فرزان احمد نے ہاتھ تھام کر جانے سے روک لیا تھا۔

''ہے...... ڈونٹ ٹچ می''۔ وہ ہاتھ چھڑاتی دھاڑی تھی' مگر ایک بار پھر چہرے پر نگاہ پڑتے ہی خاموش ہو گئی تھی۔

''ثمین! میں آپ کو پسند کرنے لگا ہوں' اس لئے میں نے اپنے پیرنٹس کو......''

''مجھے آپ کی پسند اور ناپسند سے کوئی فرق نہیں پڑتا''۔ فوراً اس کی بات قطع کر کے کہا گیا تھا۔

''مگر مجھے پڑتا ہے اور مجھ میں کیا خرابی ہے جو آپ مجھ سے شادی سے انکار کر رہی ہیں؟'' فرزان احمد رُخ موڑے کھڑی ثمین سے پوچھ رہا تھا۔

''مسٹر فرزان! شاید آپ لاعلم ہیں کہ میں صرف آپ سے نہیں بلکہ کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتی اور وجہ آپ جانتے ہیں کہ میری شادی ہو چکی ہے''۔ وہ رُخ موڑے موڑے ہی کہہ رہی تھی مگر وہ ایکدم اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''میں جانتا ہوں آپ ابتہاج احسن کی بیوہ ہیں اور......'' ثمین کو لگا کہ وہ خود اُسے اپنی بیوہ کہہ رہا ہو۔

''کسی بیوہ سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور آپ کب تک یادوں کے سہارے جیتی رہیں گی''۔ وہ کہہ رہا تھا اور وہ اُسے دیکھ رہی تھی۔

''یہ چہرہ' کھڑے ہونے کا انداز' بات کرنے کا طریقہ سب کچھ ابتی کے جیسا ہے' مگر یہ ابتی نہیں ہے تو میں کیوں اس شخص کی بکواس سن رہی ہوں' کیا محض چہرہ ایک ہونے سے کوئی بھی میرے ابتی کی جگہ لے سکتا ہے؟'' وہ خود سے دل ہی دل میں مخاطب ہوئی تھی اور پھر جیسے اس میں بولنے کی ہمت سی آ گئی تھی۔

''مسٹر فرزان احمد! میں کسی کی یادوں کے ساتھ زندگی گزاروں یا جیسے بھی...... یہ میرا پرسنل میٹر ہے' جس میں آپ کو انٹرفیئر کرنے کی ضرورت نہیں ہے' آپ نے پرپوزل بھیجا' میں نے ایکسپٹ نہیں کیا' بات ختم......''

''کیا بات ختم ثمین! یہ میری زندگی کا معاملہ ہے اور تم کہتی ہو بات ختم''۔ وہ بیچ میں اُسے ٹوک گیا تھا۔

''دیکھیے مسٹر فرزان! آپ بات کو ختم نہ کرنا چاہیں تو یہ آپ کی پرابلم ہے' میں صاف صاف بتا چکی ہوں کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی کیونکہ ابتی صرف لوگوں کی نظروں میں مرا ہے میرے لئے وہ آج بھی زندہ ہے اور ایسے میں کسی دوسرے شخص کی جگہ نہیں نکلتی''۔ اتنی دیر میں اس نے اب فرزان احمد پر نگاہ ڈالی تھی جو اُسے ہی دیکھ رہا تھا' دونوں کی نگاہیں ٹکرائی تھیں' بھوری آنکھیں ایسے ہی جمی تھیں جیسے کبھی گہری سیاہ آنکھیں اس کے چہرے کا طواف کیا کرتی تھیں' وہ ایک بار پھر رُخ موڑنے پر مجبور ہو گئی تھی اور اس بار وہ صوفے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کئے بول رہی تھی۔

''مسٹر فرزان! میں نے ابتی کو دیوانگی کی حد تک چاہا ہے مگر کبھی کسی میں بھی اس کے جانے کے بعد اُسے تلاشنے کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ وہ ہر وقت میرے پاس ایک احساس اور خوشبو کی مانند موجود رہتا ہے اور جہاں تک آپ کی بات ہے میں آپ کو دیکھ کر پہلے دن اس لئے چونکی کہ آپ کا چہرہ ابتی سے ملتا ہے اور اس بات کا میں اعتراف کرتی ہوں کہ آپ کی آواز اور

آنکھیں ابق کی جیسی نہیں ہیں مگر انداز انہوں نے اُسی کے چرائے ہیں' آپ کی بہت سی چیزیں اور باتیں جو ان آدھی ادھوری ملاقاتوں میں' میں سمجھ پائی ہوں وہ حیرت انگیز طور پر ابق کے چہرے کی مانند بے حد مشابہت رکھتی ہیں اور جو اسٹیپ آپ نے لیا تھا میں تو اس کے بعد آپ کی جان تک لینے سے دریغ نہ کرتی مگر آپ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی لب ساکت ہو گئے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں آپ سے شادی کرلوں گی' کیونکہ میرے لب عقیدت سے سل گئے تھے' میں اور ابق آپ' تم یہاں تک کہ تو سے بھی بات کرتے تھے اور جس شخص کو آپ چاہتے ہوں اس سے نفرت کا اظہار تو نہیں کر سکتے اور میں بھی خاموش ہو گئی کیونکہ جس چہرے کو نگاہ کے حصار میں لئے آج سے قبل تک پیار بھری باتیں کی تھیں اُسے دیکھ کر زہر بھرے جملے کہہ پانا ناممکنات میں سے تھا' میں اس کو بچپن سے چاہتی ہوں اور چھ سال کی دوری نے بھی اس شدت میں کمی نہیں کی' میں اپنی زندگی سے مطمئن ہوں' آپ ابق کے جیسا دکھتے ہیں اس لئے میں آپ کی خوشیوں کے لئے ہمیشہ دعا گو رہوں گی' مگر آپ کی زندگی کا حصہ نہیں بن سکتی کیونکہ میں نے ابق کے چہرے سے یا عادت و اطوار سے محبت نہیں کی تھی' ہمارا تو روح کا رشتہ تھا جو میری پیدائش کے وقت ہی جڑ گیا تھا' آپ کو دیکھ کر وہ مجھے بہت یاد آ رہا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں آپ کو ابق سمجھ رہی ہوں' کیونکہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے کی جگہ لے ہی نہیں سکتا''۔ وہ کہتے کہتے چپ کر گئی تھی۔

''میں ابتہاج احسن نہیں ہوں اور نہ ہی اس کی جگہ لینا چاہتا ہوں' پہلی نگاہ میں آپ میرے دل میں اُتر گئیں تھیں' اسی لئے میں آپ کو جیون ساتھی بنانا چاہتا ہوں' اس میں میرا قصور نہیں ہے کہ میں ابتہاج احسن سے مشابہت رکھتا ہوں اور جب آپ کو یہ یقین ہے کہ میں ابتہاج احسن نہیں ہوں تو میرا سامنا کرنے سے کترا کیوں رہی ہیں؟'' فرزان احمد کی بات اُسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر گئی تھی۔

''میں آپ کا سامنا کرنے سے نہیں کترا رہی' آپ کو لگتا ہے کہ میرے گریز کی وجہ یہ ہے کہ کہیں مجھے آپ سے محض آپ کے چہرے کی وجہ سے محبت نہ ہو جائے' آپ کی یہ سوچ بالکل غلط ہے' کیونکہ محبت صرف ایک بار ہوتی ہے اور ایک بات مسٹر فرزان! کہ کوئی دوسرا شخص یہ بات کہتا تو شاید مان بھی لی جاتی مگر آپ یہ کہہ رہے ہیں تو ہضم نہیں ہوتی کیونکہ آپ کے چہرے پر جب بھی میری نگاہ اُٹھی صرف اس لئے کہ یہ چہرہ ابق کے جیسا ہے' آپ کے لب و لہجے نے متوجہ کیا تو صرف اس لئے کہ ابق کے انداز چرائے ہوئے محسوس ہوئے' میں آپ کی جانب متوجہ تو کبھی بھی نہیں ہوئی مگر جب آپ کے سائے کے ساتھ ابق کی آہٹ محسوس ہوئی تو متوجہ ہونا ہی پڑا کیونکہ آپ دونوں جڑواں ہیں اور آپ ابق کی زندگی میں بھی میرے یا کسی کے بھی سامنے آتے تو وہ یہی کہتا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ آپ اور ابق دو وجود رکھنے کے باوجود اپنی شکل اور عادت و اطوار (اور جڑواں ہونے) کی وجہ سے ایک ہی وجود معلوم ہوتے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ ابتہاج احسن نہیں ہیں' آپ کی اپنی ایک پہچان ہے اور بہت سی چیزیں اور باتیں یقیناً ابتہاج احسن سے بہت مختلف ہوں گی کیونکہ ایک جیسا دکھنا اور ہونا دو الگ باتیں ہیں' کہیں نہ کہیں معمولی سا ہی سہی فرق ضرور ہوگا اور اس بات کا سب سے بڑا ثبوت تو یہ بھی ہے کہ آپ جب فرسٹ ٹائم میرے سامنے آئے اس سے قبل مجھے محسوس بھی نہیں ہوا تھا جبکہ ابق کو میں اس کی آہٹ سے پہچان لیتی تھی اور میرے لئے یہی بات سب سے اہم ہے کہ آپ ابق نہیں ہیں اور ابق کی جگہ میں کسی کو بھی دے نہیں سکتی''۔ وہ پُر اعتماد انداز میں اس کے سامنے کھڑی کہہ رہی تھی۔

''دے نہیں سکتیں یا دینا نہیں چاہتیں مس ثمین! پہلی ہی محبت آخری نہیں ہوتی اور میں یہ نہیں کہتا آپ دل سے پہلی محبت کا احساس مٹا دیں کیونکہ محبت تو وہ احساس ہے جو دل کی کونپل پر جنم لیتا ہے اور آخری سانس تک خوشبو سے دل کی سرزمین کو معطر رکھتا ہے' خوش رہنے کا حق تو سب کو ہوتا ہے وہ آپ کو بھی ہے' خود کو محبت کی خاطر قربان کر دینا بہت اچھی بات ہے مگر خود کو اندھیروں کے حوالے کر دینا دانشمندی نہیں ہے' محبت تو اجالوں کا سفر ہے اور محبت اس وقت بھی زندہ رہتی ہے جب ہمسفر راستوں میں بچھڑ جاتے ہیں اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ زندگی کسی اور ہمسفر کے نام کر دیں اور اس سے محبت بھی کرلیں کیونکہ محبت باؤنڈ نہیں ہوتی' یہ تو چار سو اپنی کرنیں پھیلاتی رہتی ہے' دل کا کونا تو بہت وسیع ہوتا ہے اس میں ماں' باپ' بہن' بھائی' شوہر' بچے سب کے لئے یکساں محبت نکل آتی ہے' آپ کسی کا ہاتھ تھام لیں گی تو یہ آپ کی محبت سے بے وفائی نہیں ہوگی' دل کے کسی خوبصورت گوشے میں پہلی محبت مسکرا رہی ہوگی تو ایک کونا دوسری بہت سی محبتوں سے آباد ہوگا اور زندگی بھی تو چلتے رہنے کا نام ہے' کسی کے جانے سے کبھی بھی رُکتی نہیں ہے''۔ فرزان احمد بہت خوبصورتی سے کہہ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر اُسے دیکھنے کے بعد خاموشی سے پلٹ گئی تھی۔

............☆............

''اور میں خوشیوں کو اپناتی بھی تو کیسے میری تو خوشیوں کا سبب تو بس ایک شخص تھا جو جاتے سے میری تقدیر دُکھوں کے حوالے کر گیا اور میں کیسے خوشیوں کے سفر پر اس بن گامزن ہو جاؤں''۔

سپنا میرا آنکھوں سے کچھ ایسے گرا
ساتھ ہی مجھ کو بھی لے گرا.....

وہ بُری طرح گانے کے بولوں میں کھوئی ہوئی تھی اُسے کمرے کا دروازہ کھل کر بند ہو جانے کا بھی پتا نہیں چلا۔

کسی نے سی ڈی نکال دی تھی اور کمرے کی لائٹ آن کر دی تھی اور ایسے میں اس کا چونکنا لازم تھا۔ وہ آنکھیں رگڑتی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ہی جانا پہچانا چہرہ تھا' وہ جانے کتنے گھنٹوں سے بند آنکھیں کئے جس عکس سے مخاطب تھی وہ اس کے روبرو تھا' اسے دیکھ کر وہ بستر سے اُٹھی تھی اور اس کے کشادہ سینے سے جا لگی تھی۔

''آئی لو یو ابق! اینڈ ہیپی برتھ ڈے' آج تمہارا جنم دن ہے میں کب سے تمہاری منتظر تھی اور تم نے ہمیشہ کی طرح دیر کر دی''۔ وہ دھیرے دھیرے کہہ رہی تھی اور فرزان احمد خاموشی سے اُسے سن رہا تھا' اس نے ثمین کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جس لمحے اُسے ادراک ہوگا کہ وہ ابتہاج احسن نہیں ہے وہ خود ہی دور چلی جائے گی۔

میں اس سے بڑھ کر ضبط کی مثال کیا دوں
وہ مجھ سے لپٹ کے رویا کسی اور کے لئے

اور ہوا بھی ایسا ہی تھا جیسے ہی اس کا الوژن ٹوٹا تھا وہ ہوش کی دنیا میں لوٹی تھی اس سے دور ہو گئی تھی' فرزان احمد وارڈ روب کی جانب بڑھا تھا اور کپڑے نکال کر واش روم میں بند ہو گیا' دو ماہ قبل ثمین نے مسز خان کے بہت مجبور کرنے پر شادی کرلی تھی' اپنی ممتا کا واسطہ دے کر آخر انہوں نے اسے فرزان احمد سے شادی پر راضی کرلیا تھا' مگر وہ اب تک اس رشتے کو قبول نہیں کر پائی تھی' اس کی تشنہ محبت فرزان احمد کی ہمراہی میں پھڑ پھڑانے لگی تھی جبکہ فرزان احمد اپنی وسیع نظری اور محبت کی خاطر اسے کچھ وقت دینے پر مجبور ہو گیا تھا اور یہ اس کی اعلیٰ ظرفی ہی تھی کہ وہ بار بار اس کے سامنے ابق...... ابق کہتی اور وہ خاموشی سے برداشت کئے جاتا۔

............☆............

''ابے گھامڑ تجھے کیا لگتا ہے کہ تو سب کو سب او کے کا سگنل دے رہا ہے تو میں بھی یقین کرلوں گا' میں تیری رگ رگ سے واقف ہوں' تیرے بتائے بغیر بھی مجھے اندازہ ہے کہ تو آج کل کتنی مشکل میں ہے مگر منہ

سے نہیں پھوٹا''۔ فرقان کافی دنوں سے اس کی خاموشی نوٹ کر رہا تھا' آج وہ پھٹ ہی پڑا تھا۔

''یار فرقان! سمجھ نہیں آتا کیا کروں' شادی کو اتنے ماہ گزر گئے ہیں مگر ثمین...... اب تک ابتہاج کی یادوں میں زندہ ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اُسے دل سے نکال دے مگر کم از کم وہ اپنی آنکھوں میں میرے لئے پہچان تو رکھے' میرا تو وجود کہیں کھو سا گیا ہے' وہ میری جانب تکتی ہے مگر جیسے ہی احساس ہوتا ہے کہ میں ابتہاج احسن نہیں ہوں وہ مجھ سے صدیوں کے فاصلے پر جا کھڑی ہوتی ہے' میں بھی ایک جیتا جاگتا انسان ہوں' میرے بھی کچھ احساسات ہیں جسے وہ بے خبری میں اپنے قدموں تلے روندتی چلی جارہی ہے مگر وہ صرف مجھے اذیت نہیں دے رہی وہ خود کو بھی اذیت دے رہی ہے' مجھے اس کی آنکھوں میں شرمندگی نظر آتی ہے مگر میں اُسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتا' میں نے تو شادی اس لئے کی تا کہ اُسے میرے روپ میں اس کا ابتج مل جائے گا تو میں بھی اپنی محبت پالوں گا' مگر ایسا کرنے سے وہ ابتہاج احسن کے ہونے اور نہ ہونے میں مبتلا ہو گئی ہے اور میں اپنی ادھوری محبت کی تکمیل کروں بھی تو کیسے؟ وہ مجھے کبھی میسر ہی نہیں ہوتی' اس کی صبح کا آغاز ابتج...... کے نام سے ہوتا ہے تو رات اسی کی یاد کے سنگ بیت جاتی ہے' میں تو اپنا حوصلہ آزماتے آزماتے ٹوٹ رہا ہوں''۔ فرزان احمد بالوں میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پھنسائے عجیب کشمکش میں گھرا فرقان احمد سے کہہ رہا تھا جبکہ فرقان احمد اُسے دھیرے دھیرے کچھ سمجھانے لگا تھا۔

............☆............

''پلیز...... ایمن! میرا جانے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہے' سوری...... بٹ مجھے روک شوز بالکل پسند نہیں ہیں' ورنہ میں ضرور آپ لوگوں کے ساتھ چلتی''۔ ایمن اپنی فرینڈز کے ساتھ روک شو دیکھنے جارہی تھی اور اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا مگر اس نے معذرت کر لی تھی' آج تو ایئر نائٹ تھی ہر جگہ سے پٹاخے پھوٹنے کی آواز آرہی تھی مگر آج نجانے اس کا دل کیوں گھبرا رہا تھا' ایمن کے ساتھ فرقان چلا گیا تھا کیونکہ وہ سب کزنز شو دیکھنے جارہے تھے' ان کے جاتے ہی گھر میں سناٹا سا ہو گیا تھا' اس نے اپنے اندر کے شور سے گھبرا کر ٹی وی آن کر لیا' ہر کوئی بہت خوش نظر آرہا تھا اور اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں' وہ ٹی وی آف کر کے اپنے روم میں آ گئی تھی۔

''فرزان...... آج ابھی تک پتا نہیں کیوں نہیں آئے؟'' وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے خود سے مخاطب ہوئی تھی اور اس کی نگاہ تکیے سے جھانکتے کاغذ پر پڑی تھی جسے اس نے فوراً اٹھایا تھا اور اس کی نگاہ خوبصورتی سے لکھی تحریر پر پھسلتی چلی گئی تھی۔

''ثمین! جو بات میں تم سے روبرو کہنے کی کبھی ہمت نہ کر سکا آج وہی بات اس کاغذ پر لکھ رہا ہوں' میں فرزان احمد ہمیشہ سمجھتا تھا کہ کوئی بھی شخص خوبیوں اور خامیوں میں میرے جیسا نہیں ہو سکتا' میں اپنی مثال آپ ہوں کوئی میرے جیسا نہیں ہے' مگر میں غلط تھا میرا جڑواں بھائی جسے میں نے تم سے ملنے کے بعد جانا اور اس کے وجود کا علم ہی میری شناخت کا آخری دن ثابت ہوا' تم سے پہلی نگاہ کی محبت کی خطا میں نے کی تھی' تم تو پہلے ہی ابتہاج کے عشق میں مبتلا تھیں مگر جیسے تم بے بس تھیں میں بھی بہت بے بس ہو گیا تھا اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم سے شادی کر کے مجھے محبت نصیب نہیں ہو گی بلکہ میں اپنی پہچان بھی کھو دوں گا' مگر میں نے اپنی محبت پانے کے لئے تم سے شادی کی' مگر میں صرف اپنی محبت پانا نہیں چاہتا تھا میں تو تمہیں خوشیاں بھی دینا چاہتا تھا کیونکہ مجھے تمہاری آنکھوں میں موتی مچلتے اچھے نہیں لگتے تھے' میں تمہیں حزن و ملال سے نکالنا چاہتا تھا مگر میں ناکام ہو گیا' میں تمہیں خوشیاں نہیں دے سکا اور نہ ہی اپنی محبت پا سکا' میں نے تمہارے لبوں پر مسکراہٹ کھلانے کی بہت کوشش کی تھی' تم جب بھی ابتج کہہ کر میری جانب بڑھیں میں نے کھلی بانہوں اور دل سے تمہیں ویلکم کیا' تم میرے سینے سے لگیں کسی اور کی محبت میں آنسو بہاتی رہیں اور میں انہیں اپنی پوروں پر سمیٹتا چلا گیا' تمہاری آنکھوں میں میرے لئے پہچان نہیں تھی اور میں اپنا عکس تلاشتے تلاشتے خود ہی کہیں گم ہو گیا' مگر میں تم سے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں کروں گا کیونکہ محبت ایسے ہی انسان کو بے بس کر دیتی ہے' مگر ایک بات ضرور کہوں گا کہ تم نے اگر دیوانگی کی حد تک ابتہاج احسن کو چاہا ہے تو میری دیوانگی صرف تم ہو اور دلوں میں زبردستی کی گنجائش ہوتی ہی نہیں ہے' میری تم سے صرف اتنی سی گزارش ہے کہ تم چاہے ابتہاج کی یادوں کے سنگ زندگی گزارو مگر مسکراتے ہوئے کیونکہ مجھے کتنا دکھ ہوتا ہے اس سے تمہیں فرق نہیں پڑتا مگر تمہیں اس طرح دیکھ کر تمہارا ابتج...... بھی ناخوش ہو گا اور تم اپنے ابتج...... کے لئے مسکرانا سیکھ لو' میری دعا ہے کہ آنے والا نیا سال تمہارے لبوں پر حقیقی و سچی مسکراہٹ کھلا دے' تم جہاں رہو خوش رہو' تمہاری دعاؤں کا طالب فرزان احمد''۔

کاغذ اس کے ہاتھوں میں پھڑپھڑانے لگا تھا اور وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ باہر کی جانب دوڑی تھی اور گیراج میں کھڑی گاڑی کی جانب بڑھی تھی مگر اسی وقت فرقان احمد کی کار اندر داخل ہوئی تھی اور وہ اسے روتا دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

''بھابی! آپ رو کیوں رہی ہیں؟ سب خیریت تو ہے؟''

''فرقان پلیز! جلدی سے ایئر پورٹ چلو''۔

''ایئر پورٹ...... مگر کیوں بھابی؟'' اس نے روتی ہوئی ثمین سے استفسار کیا تھا۔

''کیونکہ...... فرزان ڈھائی بجے کی فلائٹ سے ہمیشہ کے لئے یوکے جا رہے ہیں' اگر مجھے تھوڑی سی بھی دیر ہو گئی تو فرقان! سب کچھ ختم ہو جائے گا''۔

ثمین بار بار گھڑی پر نگاہ ڈال رہی تھی 2 بج کر 15 منٹ ہو گئے تھے جب گاڑی جناح ٹرمینل کے سامنے رُکی تھی وہ آندھی طوفان کی طرح اندر بھاگی تھی اور دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر نظر گھمانے لگی تھی کہ اُسے فرزان احمد ویٹنگ روم میں بیٹھا نظر آیا تھا (کیونکہ فلائٹ نیو ایئر نائٹ کی وجہ سے آدھے گھنٹے لیٹ تھی) اور وہ اس تک آ گئی تھی۔

''فرزان......!'' آواز پر چونک کر اس نے سر اٹھایا تھا۔

''ثمین...... تم...... یہاں؟'' بے یقینی سے اس کے لب ہلے تھے۔

''کیوں......؟ آپ کو کیا لگا تھا کہ آپ یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے تو کسی کو بھی فرق نہیں پڑے گا' وہ پبلک پلیس کا خیال کئے بنا اس کا گریبان تھامے پوچھ رہی تھی' فرزان احمد نے اپنا کالر اس کے ہاتھوں سے چھڑایا تھا اور اس کا ہاتھ تھامے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ خاموش کھڑے فرقان احمد نے اس کی تقلید کی تھی اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی' گاڑی میں صرف ثمین کی سسکیاں گونج رہی تھیں' فرزان چاہ کر بھی کچھ بول نہیں پا رہا تھا اور بے بسی سے فرقان کو دیکھنے لگا تھا اور اس نے جواباً وکٹری کا نشان دکھایا تھا' گاڑی جیسے ہی ''احمد ولا''۔ کے سامنے رُکی تھی وہ دوڑتی ہوئی اندر چلی گئی تھی۔

''جایئے بھیا! منزل کچھ ہی فاصلے پر ہے''۔ فرقان مسکراتا ہوا اپنے روم کی جانب بڑھ گیا تو وہ بھی اپنے روم میں آ گیا تھا' وہ بیڈ پر بیٹھی رو رہی تھی۔

''پلیز...... ثمین! ڈونٹ کرائے''۔ وہ جھنجلا گیا تھا۔

''میں ہنسوں یا روؤں' آپ کو اس سے کیا؟'' وہ گھٹنے پر سے سر اٹھاتے ہوئے نم لہجے میں بولی تھی۔

''دیکھو ثمین! میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا' میں تو تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں اور اسی لئے یہاں سے جا رہا تھا تا کہ تم ہر شرمندگی سے باہر آ جاؤ''۔

''بس رہنے دیں' ایسے نکالا جاتا ہے کسی کو شرمندگی سے' آپ تو مجھے شرمندگیوں کی نظر کر کے جا رہے تھے' ماں کو اس کے بیٹے سے دور کرنے کی شرمندگی' باپ سے اس کا سہارا چھین لینے کی شرمندگی اور بہن بھائیوں کو

جینا کر لیتے کی شرمندگی اور میں ایسے ہی شرمندگیوں کے سہارے زندہ رہ پاتی"۔ فرزان احمد اس کے دُکھ سے بولنے پر شرمندہ ہو گیا تھا۔

"میں مانتی ہوں فرزان! کہ میرا رویہ آپ کے ساتھ اچھا نہیں تھا' میں اتنی۔۔۔۔ اتنی کہہ کر آپ کو ٹیز کرتی رہی مگر آپ نے کبھی یہ سوچنے کی ضرورت سمجھی کہ جس لڑکی نے اپنی محبت کو کھویا ہو اور پھر وہی محبت جو اس سے بچھڑ گئی تھی ایک نئے روپ میں اس کے سامنے آ جائے تو اس کا ری ایکشن کیا ہو گا' میں خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی اور اسی لئے تو میں آپ سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتی تھی' مجھے معلوم تھا کہ میں دو انسانوں اور ایک چہرے کے درمیان پھنس کر رہ جاؤں گی اور میرے ساتھ ہوا بھی یہی۔۔۔ کبھی آپ کو دیکھ کر لگتا کہ آپ اتنی ہیں اور کبھی لگتا کہ آپ صرف فرزان احمد ہیں اور ایسے میں نہ تو میں اتنی کے حصار سے نکل پا رہی تھی اور نہ ہی مجھ میں اتنی ہمت تھی کہ آپ کی محبت کو ایکسیپٹ کر لوں' مگر یہ بھی حقیقت ہے فرزان کہ محبت کرنا مجھے اتنی نے سکھایا تھا تو محبت نبھانا میں نے آپ سے سیکھا ہے"۔ وہ روتے ہوئے کہتی فرزان احمد کو چونکا گئی تھی اور وہ شرمندگی کے حصار سے نکلا اُسے دیکھنے لگا تھا۔

"میرے لبوں پر مسکراہٹ اتنی کے دم سے کھلتی تھی تو دُکھ میں مسکرانا میں نے آپ سے سیکھا ہے' اتنی اگر میری زندگی میں خوشیوں کا سبب تھا تو آپ اس زندگی کو جانے کے لئے ایک راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں' میں تو اندھیروں میں بھٹک رہی تھی اُجالوں کا مسافر آپ نے مجھے بنایا اور پھر جیسے اتنی مجھے چھوڑ کر چلا گیا ویسے ہی آپ بھی مجھے چھوڑ کر جا رہے تھے' میں اتنی بدنصیب کیوں ہوں کہ جب خوشیاں مجھ سے چند قدموں کے فاصلے پر ہوتی ہیں کہ ایک ہی پل میں میرے گرد دُکھوں کے سائے منڈلانے لگتے ہیں' میری پرواہ تو نہ اتنی نے کی تھی نہ آپ نے میرا خیال کیا' مگر اتنی تو تقدیر کے ہاتھوں کھلونا بن گیا تھا اسے تو مجھ سے موت نے چھین لیا تھا مگر آپ۔۔۔۔ آپ نے تو خود ہی مجھے خود سے دور کر دینا چاہا' محبت کی باتیں کرتے کرتے ہی مجھے جدائی کا پروانہ تھما کر چلتے بنے' میرے احساسات کی پرواہ تک نہ کی' مجھے میری غلطی کی اتنی بڑی سزا دینا کیا ضروری تھا؟" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بلک اُٹھی تھی۔

"ثمین! غلط نہ تم تھیں اور نہ ہی میں' بعض فیصلے ایسے ہوتے ہیں جو ایک مناسب وقت پر کئے جاتے ہیں اور میں تم سے بدظن ہو کر نہیں جا رہا تھا' میں نے ایسا صرف اس لئے کیا کہ اگر تمہارے دل میں رتی برابر بھی جگہ پا سکا ہوں تو اس کا اظہار کرنے میں تمہیں آسانی ہو جائے"۔ وہ دھیرے دھیرے اُسے فرقان کے پلان کے بارے میں بتانے لگا تھا کیونکہ اس نے جانے کا ڈرامہ صرف فرقان کے کہنے پر کیا تھا۔

"یعنی۔۔۔ وہ سب صرف ایک ڈرامہ تھا؟"، ثمین ساری بات سن کر اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

"معاف کر دو یار! آئندہ مذاق میں بھی ایسی حرکت نہیں کروں گا"۔ اس نے تکیہ کھینچ کر کے سائیڈ میں رکھا تھا اور کان پکڑ لئے تھے اور ثمین سارا غصہ اور رونا بھول کر ایکدم سے مسکرا دی تھی۔

"تھینک گاڈ! میں نے اس پری چہرے کو مسکراتے ہوئے دیکھا"۔ فرزان احمد نے شرارت سے کہتے ہوئے آنسو پونچھے تھے۔

"اور اب تمہیں تاحیات ایسے ہی ہنستے مسکراتے رہنا ہے کیونکہ آنے والے نئے سال کا سورج اپنے جلو میں بہت سی خوشیاں اور مسکراہٹیں لے کر طلوع ہو رہا ہے اور انشاء اللہ اب آنے والے ہر نئے سال کا ہر ایک لمحہ ہم ایک ساتھ خوشیوں کے سائے تلے گزاریں گے"۔ فرزان احمد نے مسکراتے ہوئے ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا جسے ثمین نے نم پلکوں سے تھام لیا تھا اور اس کے کاندھے پر مطمئن ہو کر سر رکھ دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆